روسی لوک کہانیاں

ہوائی کشتی اور سات بھائی

ڈاکٹر لڈمیلا واسیلیوا

ہوائی کشتی اور سات بھائی

روسی کہانیاں

ڈاکٹر میلا واسیلیو

نونہال ادب

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس کراچی

ہوائی کشتی

کسی گاؤں میں ایک بُوڑھا کسان اپنی بیوی کے ساتھ رہتا تھا۔ اس کے
تین بیٹے تھے۔ دو بیٹے چالاک اور کام چور تھے۔ ان کے تین ہی شوق
تھے، پیٹ بھر کر کھانا دوپہر تک سونا اور نئے نئے کپڑے پہننا۔ لیکن
چھوٹا بیٹا جس کا نام ایوان تھا خاموش طبیعت اور محنتی تھا۔ گھر میں وہی
سب سے پہلے جاگ اٹھتا تھا اور سب کے بعد سونے جاتا تھا۔ وہ کھیت

میں اپنے باپ کے ساتھ کام کرتا تھا اور گھر میں بھی ماں کا ہاتھ بٹاتا تھا۔ گھومنے پھرنے کا شوقین نہیں تھا۔ جو مل جاتا کھا لیتا تھا۔ کبھی والدین سے نئے کپڑے نہیں مانگتا تھا۔ بھائیوں کے پرانے کپڑے بھی پہن لیتا تھا۔ کبھی کسی بات کی شکایت نہیں کرتا تھا۔

بڑے بھائی چھوٹے کو بے وقوف سمجھتے تھے۔ بھائیوں کے ساتھ سب ہمسائے بھی ایوان پر ہنستے تھے، لیکن وہ بُرا نہیں مانتا تھا۔ وہ صُبح سے شام تک کام کرتا اور تہواروں پر بھی جب بھائی سیر و تفریح کے لیے باہر جاتے، وہ گھر میں ہی رہتا۔

اس زمانے میں ملک کے بادشاہ نے اپنی بیٹی کی شادی کرنے کی ٹھانی۔ اُس نے اپنے نقّارچیوں کو حُکم دیا کہ نگر نگر گاؤں گاؤں ڈھنڈورا پیٹو اور ہر خاص و عام کو خبر کر دو کہ شہزادی کی شادی اس ہنر مند کاریگر سے کی

جائے گی جو چھے مہینوں کے اندر ہوائی کشتی بنائے گا اور اس میں بادشاہ
کے دربار میں آئے گا۔ وہیں دولھا کا انتخاب کیا جائے گا اور شادی کی
دعوت دی جائے گی۔

یہ خبر سُن کر بڑے بھائی جانے کی تیّاری کرنے لگے۔ وہ بولے : "ہوائی
کشتی نہ بنی تو نہ سہی، لیکن شادی کی دعوت تو کھائیں گے۔"

دونوں بڑے بیٹے ماں باپ کے بھی لاڈلے تھے، جو وہ چاہتے ماں باپ
اس کی اجازت دے دیتے تھے۔ اُس بار بھی نہ باپ نے کوئی اعتراض کیا
نہ ماں نے بلکہ پیارے بیٹوں کے لیے راستے کا ضروری سامان بھی تیّار کر
دیا۔ ماں نے گھی والے سموسے پکائے، میٹھا شربت بنایا۔ باپ نے
کشتی بنانے کے لیے ضروری اوزار تیّار کیے۔ یہ سب ایک تھیلے میں رکھ
کر بیٹوں کو دیا اور دُعاؤں کے ساتھ اُنھیں شہزادی سے شادی کرنے کے

لیے روانہ کر دیا۔

دونوں بھائی کوئی دو چار کوس دُور گئے ہوں گے کہ بڑے بھائی نے کہا:
"دیکھو کتنا گھنا جنگل ہے۔ اِس سے عمدہ لکڑی کہاں ملے گی۔ آؤ یہیں ہوائی
کشتی بنائیں۔"

دوسرے بھائی نے کہا: "ٹھیک ہے، لیکن خالی پیٹ کون کام کرتا
ہے۔ پہلے سموسے کھائیں گے، پھر آرام کریں گے اور اُس کے بعد کام
کا سوچیں گے۔"

جب دونوں بھائی بیٹھ کر کھانے کے لیے تھیلا کھولنے لگے تو نہ جانے
کہاں سے ایک بُوڑھا سا کمزور آدمی آگیا جیسے آسمان سے گِرا ہو۔

وہ اُن سے کہنے لگا: "بیٹے میں بہت بھوکا ہوں، مُجھے کُچھ کھانے کو دو۔ پھر

میں تمہاری مدد کر سکوں گا۔“

دونوں بھائیوں نے ایک قہقہہ لگایا اور بولے : ”دفان ہو جاؤ۔ سموسے کھانے میں ہمیں کسی مددگار کی ضرورت نہیں۔“

بُوڑھا یہ سُن کر یوں غائب ہوا گویا کبھی تھا ہی نہیں۔ بھائیوں نے سموسے کھائے، میٹھا شربت پیا، پھر آرام کرنے لیٹ گئے اور پل بھر میں خرّاٹے لینے لگے۔ وہ دیر تک سوتے رہے۔ جب جاگے تو درخت کاٹنا اور کشتی بنانا شروع کی۔ بہت سے درخت گِرا کر کاٹے، لیکن ہوائی کشتی نہ بنی۔ بے کار کوششوں میں کافی دِن گزر گئے۔ آخر کار تنگ آ کر اُنہوں نے یہ کام چھوڑا اور دارالسلطنت کی طرف تیز تیز قدموں سے چل پڑے کہ کہیں دعوت پر پہنچنے میں دیر نہ ہو جائے۔

چھوٹے بھائی ایوان نے بھی بادشاہ کا اعلان سُنا۔ اُس نے سوچا : ”کیوں نہ

میں بھی اپنی طاقت اور اپنی مہارت آزماؤں ؟“

والدین کے پاس جا کر کہنے لگا : ”ابّا، امّاں، مُجھے بھی اپنی قسمت آزمانے کی اجازت دیجیے۔ میں بھی ہوائی کشتی بنانے کی کوشش کرنا چاہتا ہوں۔“

ماں باپ یہ سُن کر بولے : ”تُم کیسی باتیں کرتے ہو۔ ذرا اپنے کپڑے تو دیکھو۔ جگہ جگہ پیوند لگے ہیں۔ اپنی شکل دیکھو۔ دھول مٹّی سے چہرہ اٹا ہوا ہے۔ کیا شہزادی کو ایسا ہی دولھا چاہیے ؟“

لیکن ایوان اپنی بات پر اڑا رہا۔

پھر والدین نے ناراض ہو کر اُس سے کہا : ”اگر تمھیں جگ ہنسائی ہی کرانی ہے تو جاؤ۔ شہزادی تمھیں دیکھ کر بہت خوش ہوگی۔ جی بھر کر ہنسے گی۔“

راستے کے لیے ماں نے ایوان کو سادا پانی اور سوکھی روٹی دے دی۔

باپ نے کشتی بنانے کے لیے کلہاڑی اور ہتھوڑا تک نہیں دیا۔

ایوان گھر سے نکل کر اُس راستے پر چل پڑا جس پر اُس کے بھائی گئے تھے۔ چلتے چلتے وہ اس جگہ پہنچا جہاں رُک کر وہ ہوائی کشتی بنانے کی کوشش کرتے رہے تھے۔ ایوان کُچھ دیر آرام کرنے کے لیے وہاں بیٹھ گیا۔ اچانک اُس کے سامنے ایک کمزور سا بُوڑھا آدمی اِس طرح نمودار ہوا جیسے آسمان سے گرا ہو۔

اُس نے ایوان سے کہا : "بیٹے! میں بہت بھوکا ہوں۔ کُچھ کھانے کو دو۔"

ایوان نے جواب دیا۔ "دادا میاں! معاف کیجئے گا میرے پاس بس یہی سوکھی روٹی اور سادا پانی ہے۔ وہ حاضر ہے۔"

بُوڑھا خوش ہو گیا اور بولا : "تمہارا شکریہ۔ تم جو دوگے وہی کھا لوں گا۔"

ایوان نے اپنی گٹھری کھولی تو کیا دیکھتا ہے کہ سوکھی روٹی کی جگہ گرم گرم سموسے اور پانی کی جگہ میٹھا شربت رکھا ہے۔ وہ بہت حیران ہوا، لیکن بُوڑھا مُسکرانے لگا۔ وہ بولا: "دیر نہ کرو ایوان بیٹے! مہمان کو کھلاؤ اور خود کھاؤ۔"

کھانا ختم ہو گیا تو بُوڑھے نے ایوان سے کہا: "مُجھے سب معلوم ہے۔ ایوان میں تمہاری مدد کروں گا۔ میں تمہیں ہوائی کشتی بنانا سکھاؤں گا۔ آؤ جلدی کام شروع کریں ورنہ دیر ہو جائے گی۔ یہ ہیں ضروری اوزار۔"

بُوڑھے کے بتانے پر ایوان نے تین بڑے درختوں کو کاٹ کر گرایا۔ اُن کی لکڑی کے تختے بنائے اور ہوائی کشتی بنانی شروع کر دی۔ بوڑھے کے دیے ہوئے اوزار جادُو کے تھے۔ ایوان کے ہاتھوں میں تیزی سے چل رہے تھے۔ تین دِن اور تین رات وہ آرام کیے بغیر کام کرتا رہا۔ چوتھے

دِن بُوڑھے نے کہ :

"بیٹا اب آرام کرو۔ باقی کام میں کروں گا۔"

ایوان سو گیا اور جب بُوڑھے نے اُسے جگایا تو اُس نے دیکھا کہ ہوا میں ایک خوب صورت سی کشتی معلّق ہے۔ دو لنگر اُسے اُڑنے نہیں دیتے۔ کشتی میں سُرخ ریشمی بادبان لگے ہیں۔ چاندی کا مستول ہے۔ ایسی خوب صورت کشتی ایوان نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھی تھی۔

بُوڑھے نے کہا : "اب دیر نہ کرو ایوان بیٹے! دعوت میں پہنچنے کے لیے وقت بہت کم رہ گیا ہے۔ میری ایک بات یاد رکھنا۔ جو کوئی تمھیں راستے میں ملے اُسے ضرور اپنے ساتھ لے جانا۔"

ایوان نے بُوڑھے کا شکریہ ادا کر کے کشتی کے لنگر اُٹھائے اور بادبان

کھول کر دارالسلطنت کا رُخ کیا۔

اُڑتے اُڑتے ایوان نے نیچے دیکھا تو ایک بُوڑھا آدمی نظر آیا جو زمین سے کان لگا کر کُچھ سُن رہا تھا۔ ایوان نے کشتی کو زمین پر اُتارا اور بُوڑھے سے پوچھا: "آپ کیا سُن رہے ہیں دادا میاں؟"

بُوڑھے نے جواب دیا: "میں یہ سُن رہا ہوں کہ بادشاہ کی دعوت میں کتنے لوگ آ چُکے ہیں۔ میں میلوں دُور ہونے والی بات سُن سکتا ہوں۔ اِس لیے لوگ مُجھے سُنّچی کہتے ہیں۔"

ایوان نے کہا: "سُنّچی دادا، میرے ساتھ چلیے۔ میں بھی بادشاہ کی دعوت پر جا رہا ہوں۔"

بُوڑھا ہوائی کشتی میں بیٹھ گیا اور کشتی آگے چل پڑی۔ تھوڑی دیر بعد اُنھوں

نے زمین پر ایک اور آدمی کو دیکھا۔ وہ ایک ٹانگ پر کُود کُود کر چل رہا تھا۔
اُس کی دوسری ٹانگ رسّی سے بندھی ہوئی تھی۔ زمین پر اُتر کر ایوان نے
پوچھا: "آپ ایک ٹانگ پر کُود کر کیوں چل رہے ہیں اور کِدھر جا رہے
ہیں؟"

آدمی نے جواب دیا۔ "میں شہزادی کی شادی کی دعوت میں جا رہا ہوں۔ اگر
میں اپنی دوسری ٹانگ کھول کر چھوڑوں گا تو دارالسلطنت بہت پیچھے رہ
جائے گا۔ میں ساری دُنیا میں سب سے تیز رفتار سے چلنے والا آدمی ہوں۔
اس لیے میرا نام دوڑچی ہے۔" ایوان نے کہا: "دوڑچی چاچا، آئیے
ہمارے ساتھ چلیے۔ ہم وہیں جا رہے ہیں۔"

اب ہوائی کشتی میں تین مسافر ہو گئے۔ راستے میں اُنھوں نے ایک اور
آدمی کو دیکھا۔ اُس کے ہاتھوں میں بندوق تھی لیکن آس پاس کوئی نہیں

تھا جس کا وہ نشانہ لگا رہا تھا۔ زمین پر اُتر کر ایوان نے اُس سے پوچھا : "آپ کون ہیں اور کِس کا نشانہ باندھ رہے ہیں۔ یہاں تو کوئی نظر نہیں آ رہا؟"

بُوڑھے آدمی نے جواب دیا : "سات سمندروں پار ایک جنگل میں جھاڑیوں میں ایک بٹیر بیٹھی ہے۔ یہ بادشاہ کے لیے میرا تحفہ ہو گا۔ میرا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا ہے، اِس لیے میرا نام ہے نشانچی۔"

ایوان نے اُس کو بھی اپنی ہوائی کشتی پر بِٹھا لیا اور اب وہ چار ہو گئے۔ آگے ایک اور آدمی کو دیکھا۔ زمین پر اُتر کر ایوان نے اُس سے پوچھا : "آپ کا نام کیا ہے؟"

اُس نے جواب دیا : "پھونک چی، لیکن میرا یہ نام کیوں ہے، یہ میں بعد میں بتاؤں گا۔ مُجھے بادشاہ کی دعوت میں اپنے ساتھ لے چلو۔ تمہارے کام آؤں گا۔"

ایوان نے اُسے بھی بِٹھا لیا اور اب پانچ لوگوں کو لے کر ہوائی کشتی آگے بڑھی۔

محل کے باہر میدان لوگوں سے کھچا کھچ بھرا تھا۔ سب بادشاہ کے داماد کو دیکھنے اور دعوت کا کھانا کھانا چاہتے تھے۔ اِتنے میں آسمان کی طرف سے کوئی عجب سا شور سُنائی دیا۔ سب کی نظریں آسمان کی طرف اُٹھ گئیں اور وہ مُنہ پھاڑے دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ ہوا کی لہروں پر ہچکولے کھاتی ہوئی ایک ہوائی کشتی چلی آ رہی تھی۔ اُس کے سُرخ ریشمی بادبان اور چاندی کا مستول سورج کی روشنی میں خوب چمک رہے تھے۔ سب چلّا اُٹھے: "وہ آیا بادشاہ کا داماد! شہزادی کا دولھا!"

ہوائی کشتی بادشاہ کے محل کے اوپر تک آئی اور محل کے بیرونی صحن میں اُتر کر رُک گئی۔ محل میں سے بادشاہ اور ملکہ، شہزادی، بے شمار نوکر

نوکرانیاں دوڑ کر نکلے۔ سب ہوائی کشتی کو تک رہے تھے۔

ایوان نے لنگر ڈالا اور ہوائی کشتی سے باری باری سب مسافر اُترے۔ سُنچی، نشانچی۔ دوڑچی اور پھونک چی۔ اُن کے بعد خود ایوان اُتر آیا۔ ایوان کے پرانے پیوند والے کپڑوں پر رنگ کے دھبّے پڑے تھے۔ بال اُلجھے اور چہرہ غبار آلود تھا۔ سب پانچوں نے بڑے ادب سے جھُک کر محل والوں کو اور مہمانوں کو سلام کیا۔

بادشاہ نے پوچھا: "یہ انوکھی ہوائی کشتی کس کاریگر نے بنائی ہے؟"

ایوان کے ساتھیوں نے اُس کی طرف اشارہ کیا: "یہ ہے ایوان۔ اِس نے یہ ہوائی کشتی بنائی ہے۔"

ملکہ نے اُس کی طرف دیکھ کر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑلیا اور روتے

ہوئے بولی : "اے میری نازک پھول سی بیٹی کس کے لیے ہم نے تمھیں پالا پوسا۔ کیا اِس گنوار جٹ کے لیے؟ ہائے قسمت!"

ماں کے ساتھ شہزادی بھی رونے لگی اور پھر سب درباری بھی۔ بادشاہ بھی فکر مند ہو کر ایوان کو تک رہا تھا۔ پھر وہ بُلند آواز میں بولا : "یہ کیا مذاق ہے! تُم لوگ جھوٹے ہو۔ ہوائی کشتی بنانے والے اصل کاریگر کو میرے پاس لاؤ۔ اِس طرح کا کمال کسی گنوار جاہل کے بس کی بات نہیں!"

اب محل کے آس پاس سب شہر والے اور مہمان جمع ہو گئے تھے۔ وہ ہوائی کشتی اور ایوان کو دیکھے جا رہے تھے۔ ایوان کے ساتھیوں نے سارے لوگوں کے سامنے ایک بار پھر گواہی دی کہ یہ ہوائی کشتی ایوان نے ہی بنائی ہے۔ اچانک فضا نعروں سے گُونج اُٹھی : "ایوان زندہ باد! بادشاہ کا داماد ایوان زندہ باد!"

شہزادی نے یہ سُن کر زمین پر پاؤں مارا اور بولی : "میں اِس گنوار جٹ سے شادی نہیں کروں گی!" پھر ملکہ اور شہزادی غصّے میں محل کے اندر چلی گئیں۔

بادشاہ تیوری چڑھا کر چُپ چاپ کھڑا رہا۔ پھر وہ لوگوں سے مخاطب ہو کر بولا : "میری رعایا کے لوگو، میرے مہمانو! بادشاہ کی بات پکّی ہوتی ہے۔ دعوت شروع کی جائے۔ ہم شہزادی کی شادی کی تیّاری کا حُکم دیں گے۔"

سب خوش ہو گئے اور میزوں پر بیٹھ کر لذیذ کھانا کھانے لگے۔ بادشاہ اور اُس کے وزیر ایک الگ میز پر بیٹھے تھے۔ وہ کھانا پینا بھول کر اِس مسئلے پر غور کر رہے تھے۔

ایک بزرگ وزیر نے کہا : "جہاں پناہ! ایک گنوار کے ساتھ ہماری شہزادی

کی شادی کیسے ہو سکتی ہے؟"

بادشاہ نے کہا: "میں یہی سوچ رہا ہوں۔ کیا ترکیب کی جائے کہ ایوان اِس دُنیا سے غائب ہو جائے؟ پھر ہوائی کشتی میرے پاس رہ جائے گی اور میں اپنی لاڈلی بیٹی کی شادی کسی شریف خاندان کے لڑکے سے کر سکوں گا۔"

وزیر نے کہا: "جنابِ عالی۔ ایک ترکیب ہے۔ ایوان کو ایک آزمائش میں ڈالیے۔ سات سمندروں اور سات پہاڑوں پار ایک ملک ہے جہاں سُنہرے پروں والا ایک پرندہ رہتا ہے۔ ایوان کو حُکم دیجیے کہ وہ اُسے شکار کر کے ایک گھنٹے کے اندر اندر یہاں لائے۔ اگر وہ یہ کام نہ کر سکے تو اُس کو موت کی سزا دیجیے۔ اِس طرح ہوائی کشتی بھی آپ کے پاس رہے گی اور شہزادی بھی ایوان سے آزاد ہو جائے گی۔"

بادشاہ وزیر کے اِس مشورے پر خوش ہوا اور ایوان کو بُلوا کر اُس کو اپنا یہ

حُکم سُنایا۔ ایوان مایوسی سے سر جھُکا کر اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹا اور بادشاہ کا حُکم بتایا۔

اُس کے بُوڑھے ساتھیوں نے ایوان کو تسلّی دی اور بولے: "غم نہ کرو ایوان۔ ہم جو ہیں۔ ہم تمہاری مدد کریں گے۔ بادشاہ کی چال کامیاب نہیں ہوگی۔"

ایوان اور اُس کے چاروں ساتھی محل سے باہر نکلے۔ نشانچی نے اپنی بندُوق کی نشانہ لگایا اور گولی چلا دی۔ دوڑچی نے اپنی بندھی ہوئی ٹانگ کھولی اور اُسی لمحہ نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ سُنچی نے زمین سے کان لگایا۔ ایک منٹ گُزرا تو اُس نے بتایا: "دوڑچی آدھا راستہ طے کر چُکا ہے۔" پھر دو منٹ بعد وہ بولا: "دوڑچی سنہرے پروں والا پرندہ اُٹھا کر واپس چل پڑا ہے۔"

اِن ساری باتوں سے شاہی دعوت کے مہمان بے خبر رہے۔ وہ خوب کھا پی رہے تھے، پھر گانے بھی شروع ہو گئے۔ جب کافی دیر ہو گئی اور دوڑچی نہیں آیا تو اُس کے ساتھیوں کو فکر ہوئی کہ کیا ہوا؟ سُنّچی نے پھر زمین سے کان لگایا اور تیوری چڑھا کر بولا: "آدھے راستے میں یہ کاہل سو گیا!"

یہ سُن کر نشانچی نے پھر اپنی بندُوق چلائی۔ جس درخت کے نیچے دوڑچی سو رہا تھا۔ اُس کی ایک ٹہنی نشانچی کی گولی سے ٹوٹ کر نیچے گِری۔ دوڑچی کی آنکھ کھُل گئی اور پل بھر میں وہ اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا۔ اُس نے آتے ہی معافی مانگی۔

وہ کہنے لگا: "وقت بہت تھا۔ میں نے سوچا تھوڑا آرام کر لوں لیکن آنکھ لگ گئی! اچھّا کیا کہ مُجھے جگا دیا ورنہ میں شام تک پڑا سوتا رہتا!"

ایوان بالکل وقت پر سنہرے پروں والے پرندہ لے کر بادشاہ کے پاس پہنچ

گیا۔

یہ دیکھ کر بادشاہ غصّے سے آگ بگولا ہو گیا اور اپنے وزیر کو ڈانٹ کر بولا :

"کیا غلَط مشورہ تُم نے دیا۔ تُم ایک گنوار چھوکرے سے بھی کم نکلے، اب تمھاری جگہ دربار میں نہیں۔ اب تمھیں بھیڑیں چرانا ہوں گی!"

وزیر گھبرا کر بادشاہ کے آگے گھٹنوں کے بل گِر پڑا اور التجا کرنے لگا :

"جہاں پناہ، مُجھے ایک اور موقع دیجئے۔ میں نے ایک اور ترکیب سوچی ہے جو ضرور کامیاب ہو گی۔ آپ ایران اور اُس کے ساتھیوں کو حمام میں نہانے کے لیے بھیجئے۔ لیکن پہلے حمام کو اِتنا گرم کر دیا جائے کہ وہ اندر جاتے ہی جل بھُن کر رہ جائیں۔ زندہ ہی نہ بچیں۔"

بادشاہ نے فوراً نوکروں کو حمام گرم کرنے کا حُکم دے دیا۔ جب حمام بھٹّی کی طرح گرم ہو گیا تو بادشاہ نے ایوان سے کہا : "کل شہزادی سے تمھاری

شادی ہو گی اِس لیے آج تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ نہانے کے لیے
میرے شاہی حمام جاؤ۔"

بادشاہ کے آدمیوں نے اُن پانچوں کو حمام میں دھکیل کر دروازہ بند کر دیا۔
گرمی کے مارے وہاں سانس بھی نہیں لی جا رہی تھی۔ تب پھونک چی
نے تین بار چاروں طرف پھونکا۔ گرمی کا نام و نشان تک نہیں رہا۔
پھونک چی نے پوچھا: "کیوں دوستو، اب سمجھ گئے ہو میرا کیا کام ہے اور
کیوں میرا یہ نام ہے؟"

کُچھ وقت گزرنے پر بادشاہ نے اپنے نوکروں کو حمام کا دروازہ کھولنے
بھیجا۔ وہ کہنے لگا: "اب اُن پانچوں کی ہڈّیاں ہی باقی رہ گئی ہوں گی۔ اُن کو
سمیٹ کر کہیں دفن کر دینا۔"

جب بادشاہ کے نوکروں نے حمام کا دروازہ کھولا تو اُنہیں اپنی آنکھوں پر

یقین نہیں آیا۔ ایوان اور اُس کے چاروں ساتھی صحیح سلامت تھے۔ یہ دیکھ کر نوکر ڈر کے مارے سر پر پاؤں رکھ کر وہاں سے بھاگ گئے۔

ایوان کو بادشاہ کی بے ایمانی پر بہت غصّہ تھا۔ وہ کہنے لگا: "کاش میرے پاس کوئی فوج ہوتی تو میں اِس دغا باز بادشاہ کی خبر لیتا!"

نشانچی نے کہا: "تو پھر دیر کس بات کی؟ آؤ، شہر کے میدان کی طرف چلیں۔" ایوان اور اُس کے چاروں دوست شہر کے میدان میں آئے۔ نشانچی نے تین بار اپنی بندُوق ہوا میں ہلائی اور اُس وقت میدان میں ایک بڑی فوج نمودار ہو گئی۔ پیادہ دستے اور گھڑ سوار۔ پھر نقّاروں اور ڈھولوں کی آوازوں سے فضا گونج اُٹھی۔ ایوان فوج کو لے کر بادشاہ کے محل کی طرف بڑھا۔

فوج کو دیکھ کر بادشاہ پریشان ہو گیا۔

وہ اپنے وزیروں سے کہنے لگا : "لگتا ہے کوئی بڑی مُصیبت آئی ہے۔ اب شہزادی کی شادی اُس گنوار سے کرنی پڑے گی۔ لیکن دیر یا سویر میں اُس کو ضرور قتل کرا دوں گا، زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ لیکن فی الحال عوام کو خاموش کرنے کے لیے شادی کا تماشا کرنا پڑے گا۔"

یہ ساری باتیں سُنچی نے سُن لیں اور ایوان کو بتایا : "ایوان بادشاہ کی میٹھی باتوں میں مت آنا، اس کے جال میں مت پھنسنا!"

ایوان نے جواب دیا : "میں سمجھ چکا ہوں کہ بادشاہ نہ صرف یہ کہ اپنے قول کا سچّا نہیں ہے، بلکہ بے ایمان اور ظالم بھی ہے۔ میں غَلَط جگہ شادی کرنے آیا تھا۔ اب یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

جب ایوان اپنی فوج کے ساتھ بادشاہ کے محل کے پاس پہنچا تو بادشاہ ملکہ اور شہزادی اُس کا خیر مقدم کرنے نکلے۔ بادشاہ نے مُسکراتے ہوئے

کہا: "اے میرے عزیز فرزند، کب سے تمہارا انتظار ہے! آؤ شادی کے لیے سب کُچھ تیّار ہے۔"

یہ سُن کر ایوان نے کہا: "آپ کی مکّاری اب پوری طرح کھُل گئی ہے۔ اب آپ اپنے خاندان کو لے کر ہمارے ملک سے چلے جائیں۔ ہمیں آپ جیسے جھوٹے اور ظالم بادشاہ کی ضرورت نہیں ہے۔"

ایوان نے بادشاہ اور اُس کے سب درباریوں کو بھگا دیا، پھر ملک کے تخت پر بیٹھ کر اپنے دوستوں کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔ آج تک اُس کا نام ایک نیک دِل اور عادل حاکم کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔

سات بھائی

ایک گاؤں میں سات بھائی رہتے تھے، سب کا ایک ہی نام تھا "سمینو"۔ سب ہنسی خوشی رہتے تھے۔ ایک دوسرے کو بہت چاہتے تھے۔ ساتوں مل کر اپنے کھیت میں کام کیا کرتے تھے۔ اِس کے علاوہ ہر بھائی کسی نہ کسی ہُنر میں ماہر بھی تھا۔

ایک دِن ساتوں بھائی اپنا کھیت جوتنے اور گیہوں بونے لگے۔ اتنے میں

قریب سے اُس ملک کا بادشاہ زار اپنی فوج کے ساتھ وہاں سے گزرا۔

بادشاہ نے اپنے مصاحبوں سے کہا :

"تعجّب ہے ایک کھیت میں سات کسان ہیں اور وہ سب ایک سے قد کے اور ایک سی شکل کے ہیں۔ جا کر پتہ لگاؤ یہ کون لوگ ہیں ؟"

بادشاہ کے مصاحب دوڑ کر ساتوں بھائیوں کو بُلا لائے۔ بادشاہ نے اُن سے پوچھا۔ "کون ہو تُم لوگ ؟ کیا کام کرتے ہو؟"

اُنھوں نے جواب دیا : "ہم سات بھائی ہیں، ہم سب کا ایک ہی نام ہے سمینو۔ ہم اپنے باپ دادا کے کھیت کی کاشت کرتے ہیں۔ لیکن ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی ہُنر میں بھی ماہر ہے۔ یعنی ہم سات ہُنر مند ہیں۔"

"یہ کس طرح کے ہُنر ہیں ؟" بادشاہ نے پوچھا۔

سب سے بڑے بھائی نے کہا : "مُجھے سمینو لوہار کہتے ہیں۔ میں آسمان تک اُونچا لوہے کا ستون بنا کر کھڑا کر سکتا ہوں۔"

دوسرے بھائی نے کہا : "لوگ مُجھے سمینو بڑھئی کہتے ہیں۔ میں پل بھر میں لکڑی کی سیڑھی بنا کر اُس کے ذریعے اُس ستون پر چڑھ کر یہ دیکھ سکتا ہوں کہ دُنیا کے کونے کونے میں کیا کیا ہو رہا ہے۔"

تیسرے بھائی نے کہا : "میں سمینو ملّاح ہوں۔ میں پل بھر میں جہاز بنا سکتا ہوں اور اُس کو چاہے پانی پر، چاہے پانی کے اندر چلا سکتا ہوں۔"

چوتھے بھائی نے کہا : "میں سمینو تیر انداز ہوں۔ اُڑنے والی مکھّی کو بھی تیر ماروں تو نشانہ خالی نہیں جائے گا۔"

پانچویں بھائی نے کہا : "مُجھے سمینو نجومی پُکارتے ہیں کیونکہ میں ستاروں کو

دیکھ کر حال بتا تا ہوں۔ کہیں غَلطی نہیں کرتا۔"

چھٹے بھائی نے کہا: "میں سمینو کسان ہوں۔ ایک دِن کے اندر کھیت جوت کر اناج بو کر، فصل کاٹ سکتا ہوں۔"

ساتویں بھائی کی باری آئی تو وہ شرما کر چُپ رہا۔ بادشاہ زار نے اُس سے پوچھا: "اور تُم کو فن میں ماہر ہو۔ بتاؤ تمہیں کیا آتا ہے؟"

چھوٹا بھائی بولا: "ہوں تو میں موسیقار اور مُجھے بانسری بجانی آتی ہے، لیکن سب بھائی مُجھے سمینو چھوٹو کہتے ہیں۔"

بادشاہ اس بات پر مُسکرایا لیکن بادشاہ کا بد طینت سپہ سالار آگے بڑھ کر بولا: "جہاں پناہ ہمارے ملک میں ہُنر مندوں اور محنت کشوں کی بڑی ضرورت ہے۔ بے کار گانے بجانے والوں کی نہیں۔ اِن سے کوئی فائدہ

نہیں ہوتا ہے۔ یہ فالتو لوگ روٹی کھا کر ملک کو نقصان ہی پہنچاتے ہیں۔ بادشاہ زار اُس کی باتوں میں آگیا اور حُکم دیا کہ سمینو چھوٹو کو مُلک سے نکال دیا جائے۔ اِس پر سب بھائیوں نے ہم آواز ہو کر بادشاہ سے درخواست کی کہ ہمارے چھوٹو کو ایک بار بانسری بجا کر اپنا فن دِکھانے کا موقع دیجیۓ۔

بادشاہ نے کُچھ سوچ کر کہا : "ٹھیک ہے۔"

سمینو چھوٹو اپنی بانسری لے کر ایک رقص کی دُھن بجانے لگا۔ بانسری بجاتے ہی سب لوگ ناچنے لگے۔ بادشاہ اور اُس کا سپہ سالار سپاہی اور نوکر چاکر سب ہی ناچنے لگے۔ حتّیٰ کہ گھوڑے اور کھیتوں میں چَرنے والی گائیں بھی ناچنے کودنے لگیں۔ کوئی اپنے پاؤں کو روک نہیں پاتا تھا۔ دیر تک بانسری بجتی رہی۔ سب تھک گئے۔ موٹے سپہ سالار کا تو دم ٹوٹنے لگا۔ تب بادشاہ نے چلّا کر کہا :

"بس کرو، بس کرو، مُجھ میں اب طاقت نہیں رہی۔"ے

سمینو موسیقار نے کہا: "ٹھیک ہے۔ اب تمام لوگ آرام کریں لیکن سپہ سالار صاحب کو تھوڑی دیر اور ناچنا پڑے گا۔"

سب رُک گئے لیکن موٹو سپہ سالار ناچتا رہا۔ ناچتے ناچتے وہ بے دم ہو کر زمین پر گر پڑا۔ لیکن اُس کے پیر ہواؤں میں ابھی تک ہل رہے تھے۔ پھر سمینو چھوٹو نے بانسری بجانی بند کر دی اور بانسری جیب میں رکھ لی۔ بادشاہ اِس تمام قصّے سے بہت پُر لُطف ہوا۔ وہ ہنسنے لگا۔ بد مزاج سپہ سالار کو بہت غصّہ تو بہت آیا لیکن اُس نے اُسے دِل میں ہی رکھا۔

بادشاہ نے کہا: "چھوٹے نے کمال کر دیا۔ اب دوسرے بھائی بھی اپنا ہُنر دِکھائیں۔"

زار کے حُکم پر بڑے بھائی نے بھاری سا ہتھوڑا لے کر لوہا پیٹ پیٹ کر ایک ایسا ستون بنا کر کھڑا کر دیا جو آسمان سے باتیں کرتا نظر آتا تھا۔ دوسرے بھائی نے پل بھر میں لکڑی کی سیڑھی بنا کر ستون سے لگائی اور اوپر چڑھ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

زار نے چلّا کر پوچھا۔ "کیا دیکھ رہے ہو؟"

وہ کہنے لگا۔ "سمندروں میں تیرنے والے جہاز دیکھ رہا ہوں، اناج کے لہلہاتے کھیت اور خوش نُما باغ دیکھ رہا ہوں۔"

"اور کیا نظر آ رہا ہے؟" بادشاہ نے پوچھا۔

بڑے مینو نے جواب دیا: "سمندر کے بیچوں بیچ جزیرے بویان پر بِلّور کے محل میں شہزادی ایلینا کھڑکی کے پاس بیٹھی ہے اور ریشمی دھاگوں سے

چادر کاڑھ رہی ہے۔"

"دیکھنے میں وہ کیسی ہے؟" بادشاہ نے پوچھا۔

"اس کا حُسن نہ بیان کیا جا سکتا ہے نہ اُس کی تصویر بن سکتی ہے۔ اُس کی چوٹی میں چاند چمک رہا ہے۔ ہر بال میں موتی پرویا ہوا ہے۔" بڑے سمینو نے جواب دیا۔

بادشاہ کے جی میں آئی کہ اُس خوب صورت شہزادی سے شادی کی جائے۔ سپہ سالار نے بھی سوچا کہ اِن بھائیوں سے بدلہ لینے کا یہ اچھّا موقع ہے۔ اُس نے بادشاہ سے کہا :

"حضور شہزادی ایلینا کو حاصل کرنے کے لیے اِن سات بھائیوں کو بھیجئے۔ اِن کے لیے تو سمندر پار جانا بچّوں کا کھیل ہے۔ اگر وہ شہزادی کو نہ لائیں تو

اِن کے سر قلم کروا دیجئے گا۔"

بادشاہ زار نے یہی کیا۔ حسین ایلینا کو لانے کا حُکم دیا اور بھائیوں پر نظر رکھنے کے لیے سپہ سال کو اُن کے ساتھ جانے کی ہدایت کی۔ اپنا نام سُن کر سپہ سالار کا رنگ اُڑ گیا لیکن زار کا حُکم بجا لانا پڑا۔

بھائیوں نے مشورہ کر کے ایک جہاز بنایا اور اس کو سفر کے لیے تیّار کیا۔ جہاز پر تحفے تحائف لادے گئے، بادبان کھولے گئے اور جہاز کا رُخ بویان جزیرے کی طرف موڑ دیا گیا۔ یہ کہنا مُشکل ہے کتنے دِن اور کتنی راتوں کے بعد جہاز بویان جزیرے کے کنارے پر لنگر انداز ہوا۔

سات بھائی اور بد طینت سپہ سالار شہزادی ایلینا کے بِلّوریں محل میں آئے، اُس کو بادشاہ کی طرف سے بیش قیمت تحفے پیش کیے اور شادی کا پیغام پہنچایا۔ شہزادی ایلینا نے تحفے قبول کیے اور بادشاہ کے بھیجے ہوئے پیغام

پر غور کرنے لگی۔ بد طینت سپہ سالار ایلینا کے پیچھے کھڑا تھا۔ اُس نے جھُک کر چُپکے سے شہزادی کے کان میں کہا: "اِن لڑکوں کے ساتھ مت جانا شہزادی ایلینا! ہمارا بادشاہ ذرا بُوڑھا اور کمزور ہے۔ ہمارا مُلک ایک جنگل سا ہے۔ رات کو بھیڑیوں کے چیخنے سے نیند نہیں آتی ہے اور دِن کے وقت بھالوؤں کے ڈر سے گھر سے باہر نکلنا مشکل ہوتا ہے۔"

یہ سُن کر شہزادی ایلینا کو بہت غصّہ آیا اور اُس نے سمینو بھائیوں کو اپنے محل سے باہر نکال دیا۔ ساتوں بھائی بہت اداس ہوئے۔ اُن سب کی جانیں بھی خطرے میں پڑ گئیں۔ کُچھ سوچ کر چھوٹو نے کہا: "بھائیو، تُم سب جہاز پر واپس جاؤ بادبان لگاؤ اور جہاز کو چلنے کے لیے تیّار کرو۔ میں شہزادی کو جہاز میں لانے کی کوشش کروں گا۔ اور ہاں راستے کے لیے کھانے پینے کا سامان لے لینا۔"

سمینو کسان نے ایک گھنٹے کے اندر ساحلِ سمندر پر زمین تیّار کی، گیہوں بویا، فصل کاٹی اور راستے کے لیے روٹیاں پکائیں۔ پھر سب جہاز پر لوٹ آئے اور بادبان کھولنے کی تیّاری کر کے چھوٹو کا انتظار کرنے لگے۔

چھوٹو بِلّوریں محل میں واپس گیا اور شہزادی ایلینا کی کھڑکی کے نیچے بیٹھ کر اپنے وطن کے گُن گانے لگا وہ کہنے لگا :

"اے حسین شہزادی ایلینا! تمھارا بویان جزیرہ اور نیلا نیلا سمندر خوب صورت سہی، لیکن ہمیں اپنے پیارے وطن کا حُسن بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں ملتے۔ ہمارے وطن میں گھنے جنگل ہیں۔ ہرے بھرے کھیت ہیں۔ پھولوں اور پھلوں سے بھرے باغ ہیں۔ پرندے ہمارے چمن زاروں کے پھولوں سے پیار کرتے ہیں۔ بھنورے دور دور سے اُڑ کر آتے ہیں۔ ہمارے وطن کا ذرّہ ذرّہ اُس کے حُسن و جمال کی گواہی دیتا

ہے۔ وہاں جب صُبح و شام ملتے ہیں تو آسمان پر گلابی شفق چھا جاتی ہے۔
راتوں کو خوب صورت چاند چنچل ستاروں کا پہرہ دیتا ہے۔ ہمارے
جھرنوں کا پانی آبِ حیات کو غیرت دِلاتا ہے، جھیلوں کے آئینے میں
سفیدہ کے درختوں کا عکس جھِلملاتا ہے۔ جب صُبح کو چرواہا مخملی چراگاہ کے
راستے میں اپنی بانسری بجاتا ہے تو اِس دِلفریب دُھن کو سُننے والا اُس کے
پیچھے پیچھے چلا جاتا ہے۔" یہ کہتے کہتے سمینو چھوٹو اپنی بانسری لے کر اپنے
وطن کی دُھن بجانے لگا۔

بانسری کی آواز نے شہزادی کا دِل موہ لیا۔ وہ محل سے نکلی اور سمینو
بانسری نواز کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ محل کے باغ کو پار کر کے وہ سمندر
کے کنارے پہنچی اور بانسری کی دُھن پر چلتے چلتے جہاز پر آ پہنچی۔ بھائیوں
نے پلک جھپکنے میں بادبان کھولے اور جب سمینو بانسری نواز نے اپنی

بانسری کی دُھن بند کی۔ تب تک جہاز کھُلے سمندر میں نکل آیا تھا۔

اب شہزادی ایلینا کو ہوش آیا۔ اپنے آپ کو جہاز میں پا کر چاروں طرف نظر دوڑائی۔ اس کے جزیرے کا کوئی نشان نہ تھا۔ اُونچی اُونچی لہروں کے علاوہ کُچھ بھی نظر نہیں آیا۔ شہزادی ایلینا نے ساتوں بھائیوں کی طرف گھُور کر دیکھا۔ پھر جہاز کے فرش پر زور سے پاؤں مارا اور ستارہ بن گئی اور تیزی سے آسمان کی طرف اُڑ کر دوسرے ستاروں میں مل کر چھُپ گئی۔

سمینو نجومی نے فوراً ستاروں کا حساب کیا تو اُسے ایک نئے ستارے کا پتہ چلا۔ سمینو تیر انداز نے تیر مارا۔ نیا ستارہ آسمان سے گِر کر جہاز کے فرش پر آ پڑا اور پھر سے شہزادی کے روپ میں آ گیا۔

سمینو چھوٹو نے اُس سے بڑے پیار سے کہا: "اے حسین شہزادی ایلینا، تُم ہم لوگوں سے بھاگ کر نہیں جا سکتیں لیکن ہم کوئی زبردستی نہیں کریں

گے ۔ ہم تمہیں بویان جزیرے پر واپس پہنچا دیتے ہیں۔ لیکن ایسا کرنے پر بادشاہ زار ہمیں سزائے موت دے دے گا۔ اب تمہاری مرضی کہ تُم ہمارے ساتھ چلو یا واپس چلی جاؤ۔"

یہ سُن کر شہزادی ایلینا کا دِل پگھل گیا۔ اُس نے کہا : "نہیں سمینو موسیقار۔ یہ میں نہیں ہونے دوں گی کہ میری وجہ سے تُم اور تمہارے بھائی زندہ نہ رہیں۔ مُجھے اپنے بادشاہ زار کے پاس لے چلو۔"

یہ کہنا مُشکل ہے کہ اُن کا سفر کتنے دِن جاری رہا، لیکن پورے سفر کے دوران میں سمینو چھوٹو ہر وقت شہزادی کے پاس رہا۔ وہ بھی اُس خوبصورت نوجوان پر سے مُشکل سے نظریں ہٹا پاتی تھی۔ مکّار سپہ سالار یہ سب دیکھتا رہا اور اُس کے دماغ میں ایک بُرائی آئی۔

ایک دِن جب اُفق پر اُسے اپنے ملک کا ساحل نظر آیا تو اس نے سب

بھائیوں کو بُلایا اور اُن کو شراب کا ایک ایک پیالہ دیتے ہوئے بولا :

"مبارکباد بہادرو! سفر کی کامیابی پر یہ جام پیو؟"

بھائیوں نے شراب پی لی اور جہاں جہاں کھڑے تھے وہیں وہیں گِر کر بے ہوش ہو گئے۔ مکّار سپہ سالار نے میٹھی شراب میں نیند کی دوا ملادی تھی۔

شہزادی ایلینا اور سمینو موسیقار ایک دوسرے سے باتیں کرنے میں اتنے محو تھے کہ اُنہوں نے شراب نہیں پی۔ وہ ایک دوسرے سے جُدا ہونا نہیں چاہتے تھے، لیکن دونوں اِس اصول پر قائم تھے کہ جو وعدہ کیا ہے اُسے نبھانا لازمی ہے۔

جہاز سے اُتر کر دونوں نے بادشاہ زار کے محل کا راستہ لیا۔ بد طینت سپہ سالار راستہ کاٹ کر اُن سے پہلے بادشاہ کے پاس پہنچا اور سمینو موسیقار پر یہ جھوٹا الزام لگایا کہ وہ بادشاہ کو قتل کر کے شہزادی ایلینا کو اپنے پاس رکھنا

چاہتا ہے۔

جب یہ دونوں زار کے محل کے پاس آئے تو زار نے باہر نکل کر عزّت و احترام سے شہزادی کا خیر مقدم کیا اور اُس کو محل کے اندر لے گیا، لیکن سمینو موسیقار کے بارے میں یہ حُکم دیا کہ اُسے پکڑ کر قید خانے میں بند کر دیا جائے اور اگلے دِن اُس کا سر اُڑا دیا جائے۔

یہ حُکم سُن کر سمینو چھوٹو چلّا کر بولا: "اے میرے عزیز بھائیوں۔ اپنے چھوٹے بھائی کو بچانے آؤ!"

لیکن اُس کے بھائی تو گہری نیند سو رہے تھے۔ اُنھوں نے اپنے چھوٹے بھائی کی فریاد نہیں سُنی۔ بے چارے سمینو موسیقار کو قید خانے میں ڈالا گیا، بیڑیوں میں جکڑا گیا۔

دوسرے دِن صُبح سویرے سمینو موسیقار کو دربار میں لایا گیا۔ جلّاد تلوار لیے کھڑا تھا۔ شہزادی کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہہ رہا تھا۔ بد طینت سپہ سالار خوشی سے پھولا نہ سما رہا تھا کہ اب موسیقار کو اُس کو نچانے کا بدلہ ملے گا۔

سمینو موسیقار نے بادشاہ زار سے کہا: "جہاں پناہ، پرانے رواج کے مطابق سزائے موت دینے سے پہلے مرنے والے کی ایک خواہش پوری کی جاتی ہے۔ میں آخری بار اپنی بانسری بجانا چاہتا ہوں۔"

سپہ سالار چلّانے لگا: "نہیں جہاں پناہ، نہیں، یہ اجازت مت دیجئے گا۔" لیکن بادشاہ زار کو یہ بات اچھّی نہ لگی۔ اُس نے کہا: "کیوں اجازت نہ دوں؟ میں اپنے آباؤ اجداد کی روایت توڑنا نہیں چاہتا ہوں۔" پھر وہ سمینو موسیقار سے بولا: "تمہیں آخری بار اپنی بانسری بجانے کی اجازت ہے۔"

سمینو اپنی بانسری اُٹھا کر بجانے لگا۔ بانسری کی آواز وادیوں اور پہاڑوں کو پار کر کے جہاز تک پہنچی جہاں اُس کے بھائی نیند میں مدہوش پڑے سو رہے تھے۔ وہ ایک دم جاگ اُٹھے۔ بانسری کی درد بھری آواز سُن کر گھبرا گئے۔ کہنے لگے: "شاید ہمارے چھوٹو کے ساتھ کُچھ بُرا ہو رہا ہے۔"

پھر وہ تیزی کے ساتھ شہر کی طرف دوڑ پڑے۔ جلّاد اپنی تلوار اُٹھانے ہی والا تھا کہ چھپے نوجوان نمودار ہوئے۔ وہ ایک ہو کر غضب ناک قوّت معلوم ہو رہے تھے۔ اُن کو دیکھ کر بادشاہ گھبرا گیا۔ اُسے اِن سات بھائیوں کے ہُنر یاد آ گئے۔ وہ ڈر گیا۔

"تُم کیا چاہتے ہو؟" اُس نے پوچھا۔

"خبردار اے بادشاہ! اگر آپ نے ہمارے چھوٹے بھائی کو فوراً رہا نہ کیا اور اُس کے ساتھ شہزادی ہمارے کو نہ چھوڑا تو آپ بہت پچھتائیں گے۔"

بادشاہ گھبرا کر بولا۔ "میں تو خود یہی کرنے والا تھا۔ مُجھے شہزادی ایلینا بالکل پسند نہیں آئی ہے۔ میں خوشی کے ساتھ تمہارے بھائی سے اِس کی شادی کردوں گا۔"

اِس پر پورے شہر میں خوب خوشی منائی گئی۔ شادی کی دعوت پر سب چھوٹے بڑے بُلائے گئے۔ کھانے پینے کے بعد سمینو موسیقار نے اپنی بانسری پر رقص کی دُھن بجائی اور سب خوشی میں رقص کرنے گے۔ صرف بد طینت سپہ سالار کو اپنی مرضی کے خلاف رقص کرنا پڑا۔ ناچتے ناچتے وہ تھک گیا لیکن اپنے پاؤں کو روک نہ پایا۔ وہ اتنا ناچا اتنا ناچا کہ آخر کار بے ہوش ہو کر فرش پر گر پڑا اور مر گیا۔ اُس کے مرنے پر کوئی نہیں رویا کیونکہ ساری عُمر میں اُس نے کسی کا بھلا نہیں کیا تھا۔

چھوٹو کی شہزادی ایلینا سے شادی کے بعد سب بھائی پھر سے کام میں لگ

گئے۔ وہ جب تک رہے ہنسی خوشی رہے۔ اور ایک دوسرے کا اور
سب لوگوں کا بھی ہاتھ بٹاتے رہے۔ سمینو لوہار گھوڑوں کے نعل ٹھونکتا،
سمینو بڑھئی لکڑی کی چیزیں بناتا، سمینو کسان کھیت میں کام کرتا، سمینو ملّاح
سمندر میں جہاز چلاتا، سمینو نجومی ستاروں کا حال بتاتا اور سمینو موسیقار اپنی
بانسری پر خوشی کے نغمے بجاتا، لوگوں کے دِلوں کو خوش کرتا اور کام
کرنے میں مدد دیتا۔

ختم شُد